5

دل بدلے تو زندگی بدلے
پارٹ-1

# قلب کے لشکر

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# قلب کے لشکر

استاذہ نگہت ہاشمی

# قلب کے لشکر

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : قلب کے لشکر

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون 042-7060578-706057

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ فون: 041 - 872 1851

بہاولپور : 7A عزیز بھٹی روڈ ماڈل ٹاؤن اے فون: 062 - 2875199

2885199، فیکس : 062 - 2888245

ملتان : 666/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی بوسن روڈ گلگشت

فون: 061 - 600 8449

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کیمیکل سٹور 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور

قیمت : روپے

# ابتدائیہ

انسان کا قلب سب سے قیمتی متاع ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان رکھتا ہے اور یہ پہچان ہی اس کی قوت ہے۔قلب کو معرفتِ الٰہی کے لیے مددگار بھی عطاء کیے گئے ہیں۔ یہ مددگار ہی قلب کے لشکر ہیں۔

یہ لشکر دل کی زندگی کے لیے بھی کام کر سکتے ہیں اور دل کی موت کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔دوسری طرف دل کے فیصلے بھی انسان کے ایک ایک عضو کی بربادی کا سبب بننے والے ہو سکتے ہیں تو دل کا معاملہ بڑا نازک ہے۔دل یعنی قلب کی حیثیت اس وجود میں بادشاہ کی سی ہے۔قلب حاکم ہے جو حکم دیتا ہے اور اس قلب کو جسم کا پہناوا دیا گیا ہے، جسم اس کے لیے سواری کی حیثیت رکھتا ہے۔قلب کا زادِراہ علم ہے، علم کے ساتھ یہ قلب چلتا ہے۔علم کے بغیر یہ چل نہیں سکتا۔جیسے زادِراہ ختم ہو جائے تو انسان مایوس ہو جاتا ہے اور اُسے اپنی موت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، ایسے ہی قلب علم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

قلب کو کیسے زندہ رکھنا ہے؟ اس کے لشکروں کو کیسے مددگار بنانا ہے؟ اِس کے لیے زادِ

راہ یعنی علم کیسے حاصل کرنا ہے؟ یہ سب کچھ آپ جانیں گے نضرۃ النعیم پارٹ ون ''دل بدلے تو زندگی بدلے'' کی اِس پانچویں کڑی میں جو اِس وقت آپ کے ہاتھوں میں پمفلٹ کی صورت میں موجود ہے۔ استاذہ نگہت ہاشمی کے اس لیکچر کی سی ڈی اور کیسٹ بھی دستیاب ہے۔ آیئے اپنے قلب کو روشن کر کے اپنے ماحول کو بھی پرنور بنائیں۔ خود پڑھیں دوسروں کو پڑھوائیں، خود سُنیں دوسروں کو سُنوائیں۔

پبلشنگ سیکشن
النور انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کا دل قیمتی ہے کیونکہ اِس میں کائنات بنانے والے کی پہچان سما سکتی ہے۔ وہ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا، جسے کانوں سے براہِ راست سن نہیں سکتے، جس کو حواس سے محسوس نہیں کر سکتے، اُس کی معرفت کی قوت اِس دل کو عطا کی گئی ہے تو انسان کا دل سب سے قیمتی متاع ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھتا ہے۔

قلبِ انسانی کا یہ اعزاز ہے کہ اسے معرفتِ الٰہی کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ پہچان ہی اِس دل کی قوت ہے۔ قلب کو معرفت کے لیے معاونین بھی عطا کیے گئے ہیں۔ یہ مددگار ہی قلب کے لشکر ہیں۔ قرآنِ حکیم میں رب العزت نے فرمایا:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر:31)

''تمہارے رب کے لشکروں کو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

قلب کے لشکر کون سے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں۔ وہ جو زندہ ہیں اور وہ جن کی حقیقت کو ہم نہیں سمجھتے۔ جیسے قرآنِ حکیم میں آتا ہے کہ

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (التوبہ:40)

''ہم نے اُن کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو انہیں نظر نہیں آتے تھے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی مدد ایسے لشکروں کے ساتھ کی جو اُن کو دکھائی نہیں

دیتے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کا کون سا لشکر تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کے کام آیا؟ وہ پانی تھا۔ پانی اللہ تعالیٰ کی فوج ہے، اللہ تعالیٰ کی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پانی برسانے اور زمین کو بھی پانی اُگلنے کا حکم دیا تو سوائے اِن افراد کے جنہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچا لیا گیا، کوئی زندہ نہیں بچا۔ اِسی طرح لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کون سے لشکر آئے تھے؟ پتھر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشان زدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو وہ قوت انسان کے خلاف استعمال ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی اُس کے فرشتے کتنی تعداد میں ہیں، جان ہی نہیں سکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو دیکھیے، آج تک کتنی چڑیاں پیدا ہوئیں؟ کوئی اندازہ کر سکتا ہے طوطے یا بکریاں آج تک کتنی پیدا ہوئیں؟ یا شیر یا حشرات الارض کیا کوئی گن سکتا ہے؟ جس زمین پر ہم چلتے پھرتے ہیں، کیا ہم پتہ لگا سکتے ہیں کہ اِس میں کتنی ارواح ہیں؟ کتنے نفوس ہیں؟ کتنی مخلوقات ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات جانتی ہے۔ جیسے اِس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں، ایسے ہی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کا وہی سسٹم نظر آتا ہے۔ آسمان پر دیکھیں سیارے، ستارے کیا کچھ نظر آتا ہے؟ پھر کبھی نظامِ شمسی میں غور کریں کہ زمین کے گرد کتنے سیارے گھومتے ہیں؟ کہتے ہیں اب تو نہیں آٹھ ہیں، نواں گم ہو گیا۔ گم ہو گیا یا تھا ہی نہیں؟ پھر کہتے ہیں کہ تھا ہی نہیں تو کیا پہلے نادان تھے؟ پہلے کیوں کہا کہ ہے۔ اگر پہلے تھا، اب نہیں ہے تو مان کیوں نہیں لیتے کہ اب نہیں ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی کسی چیز کو ایک جگہ موجود رکھے اور نہ چاہے تو لے جائے۔ جو ربّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے، وہ ایک سیارے کو بھی لے جا سکتا ہے۔ یہ تو اُس کی مرضی ہے، بہر حال ہم اِس چیز کو نہیں جانتے۔ سورج کے گرد سیارے گھومتے ہیں اور ایٹم کے نیوکلئس کے گرد الیکٹرانز۔ جیسے ایک بڑا پروگرام ہے اسی طرح ایک چھوٹے ذرّے کے اندر بھی وہی پروگرام ہے۔ اقبال کہتا ہے

؎ لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

خورشید (سورج) کا لہو کیا ہے؟ (Energy) کہ وہاں ہر وقت ٹوٹ پھوٹ جاری ہے اور نکلتا کیا ہے؟ روشنی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود بتایا:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:35)

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے''۔

ذرّے کو چیرنے پر بھی وہی روشنی، وہی نور نکلتا ہے کیونکہ ذرّے کے اندر بھی وہی سسٹم ہے۔ ایسے ہی اِس کائنات کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات اور انسان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ انسان کا قلب۔ ایک طرف اتنا بے بس کمزور انسان ہے اور دوسری طرف ربِ کائنات۔ دونوں کے درمیان جو تعلق قائم ہوتا ہے اِس قلب سے ہوتا ہے۔ قلب کو رب سے جوڑنا ہے کیونکہ اگر قلب کا رشتہ نہ جوڑا تو اس کا رشتہ اُس سے جڑ جائے گا جس کو قلبِ انسانی پر قبضہ کرنے کی تمنا ہے، جو انسان کا ازلی دشمن ہے، جو رب اور انسان کے بیچ میں آتا ہے، جو اِس مقدس رشتے کو کاٹتا ہے، جو قلب کے آئینے کو دُھندلا کر رکھ دیتا ہے۔ دُھندلے آئینے میں اگر عکس بنے بھی تو پہچانا نہیں جاتا اور پہچان کے بغیر تو قرب نہیں ملتا۔ یہ قلب اُسی وقت اللہ تعالیٰ کے قریب ہو سکتا ہے جب خالی ہو اور اگر قلب کسی اور کی یاد سے، کسی کی محبت اور تعلق سے بھرا ہوا ہے تو اِس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں آتی۔

اِس دل کو رب کی یاد کی ضرورت ہے اور یاد کے لیے دل کے لشکر معاون بنتے ہیں تو ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ قلب کے لشکر کون کون سے ہیں؟ قلب کے لشکر، فوجیں دو طرح کی ہیں: ایک قسم کی فوجیں نظر آتی ہیں اور دوسری قسم کی فوجیں نظر نہیں آتیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لیے آنکھ دی ہے اور یہ آنکھ کس کی مدد کرتی ہے؟ قلب کی۔ چاہے تو یہ قلب کو روشن کر دے اور اگر اس آنکھ کو غلط استعمال کر لیں تو قلب سیاہ ہو جائے۔ اِسی طرح

انسان اپنے کانوں سے اپنے قلب کو روشن کرسکتا ہے اور اِن کانوں سے اپنے قلب کو سیاہ بھی کرسکتا ہے۔ اِسی طرح زبان سے بھی قلب کی مدد ہوسکتی ہے اور یہ زبان قلب کے خلاف بھی ہوسکتی ہے۔ اِسی طرح ہاتھ، پاؤں اور پورا وجود یعنی وجود کا ایک ایک حصہ ظاہری طور پر نظر آنے والے قلب کے لشکر ہیں تو قلب کی حیثیت اِس بدن میں بادشاہ کی سی ہے۔ قلب اصل میں آرڈر دیتا ہے، وہ حاکم ہے۔

جیسے قلب کے ظاہری لشکر ہیں، ایسے ہی اندرونی طور پر یعنی باطنی طور پر بھی اس کے کچھ خدمت گزار ہیں۔ ان ظاہری اور باطنی لشکروں کا آپس میں تعلق ہے۔ یہ تعلق عجیب طرح کا ہے مثلاً آپ کو آنکھ نظر آتی ہے، بند ہوگئی، پھر کھل گئی۔ بند ہونے کا آرڈر کہاں سے آیا؟ کھلنے کا آرڈر کہاں سے آیا؟ اس کا حکم اندر سے آتا ہے، کنٹرول اندر سے ہوتا ہے لیکن لگتا ایسا ہے کہ آٹومیشن ہے، خود سے خود ہی یہ سارا سلسلہ ہوتا ہے۔ اگر آٹومیشن ہوتی تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی پوچھ گچھ نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:36)

”یقیناً کان، آنکھیں اور دل، اِن میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا“۔

دل، کان، آنکھوں اور سبھی کو بچانے والا بھی بادشاہ یعنی دل ہے اور اِن سب کو تباہ کرنے والا بھی یہی بادشاہ ہے۔ بادشاہ اچھا ہو، حکمران اچھا ہو تو پوری رعایا سکون پاتی ہے اور اگر بادشاہ اچھا نہ ہو تو پوری رعایا تباہ ہوجاتی ہے۔

ہر بادشاہ اپنے خدمت گزاروں سے خدمت لیتا ہے اور کیسے خدمت لیتا ہے؟ مثال کے طور پر جب بادشاہ آرڈر کرتا ہے تو سارے انسانوں تک وہ آرڈر پہنچتا ہے۔ اِسی طرح حقیقی بادشاہ جب حکم دیتا ہے تو اُس کے فرشتے، اُس کے اطاعت گزار کیسے اطاعت کرتے

ہیں؟ اُن کی اطاعت مکمل ہوتی ہے، وہ نافرمانی نہیں کرتے۔ قرآنِ حکیم میں آتا ہے کہ

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم:6)

''جو کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے

اِسے بجالاتے ہیں۔''

کتنی بڑی سعادت ہے ہر حکم کی اطاعت کرنا۔

؎ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

''جو حکم بھی اِنہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں''۔

انسان اِس سطح پر آنے کے لیے کتنی محنت کرے کہ جو حکم آئے انسان بجالائے، فرشتوں کی اطاعت بڑی اطاعت ہے۔ ہمارے دل کی اطاعت اعضاء ایسے کرتے ہیں کہ اِنہیں پتہ ہی نہیں ہے اور وہ کرتے ہیں۔ کچھ ظاہری اُمور ایسے ہیں کہ خود سے خود وہ کام ہو رہے ہیں، ایسی اطاعت ہے جیسے فرشتوں کی اطاعت ہے لیکن ایک فرق ہے کہ فرشتے اپنی اطاعت کا علم رکھتے ہیں جبکہ اعضاء کو خود بھی علم نہیں ہے کہ ہم کس کی اطاعت کر رہے ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ آٹومیشن یعنی خودکار نظام ہے، جب آنکھ کو کھلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ کھل جاتی ہے لیکن اُسے یہ پتہ نہیں کہ اُسے کہا کس نے ہے؟ اعضاء اپنی اطاعت کے بارے میں نہیں جانتے۔

ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ بادشاہ کو کچھ چیزوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسے ہر بادشاہ کو اپنے سفر کے لیے زادِراہ بھی چاہیے اور سواری بھی۔ مثلاً ایک بادشاہ حکم دیتا ہے تو اُس کا حکم مانا جاتا ہے۔ بادشاہ کی کچھ ضروریات ہیں: اُسے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے، اُسے اپنی زندگی کی گزراوقات کے لیے زادِراہ چاہیے، اُسے اپنی ضروریات کے لیے کچھ مزید لوازمات بھی چاہئیں۔ اِس طرح دل بادشاہ ہے۔ یہاں مراد دھڑکنے والا دل نہیں ہے بلکہ

سوچنے سمجھنے اور فیصلے کرنے والی قوت ہے۔ اِس قوت کو وجود چاہیے۔ جیسے بجلی ایک قوت ہے لیکن اُسے روشن ہونے کے لیےاور روشنی دینے کے لیےایک وجود چاہیے۔ اسی طرح قلب کو بھی اپنے لیے ایک وجود چاہیے، اِس سوار کو بھی ایک سواری چاہیے۔

قلب کی سواری کیا ہے؟ قلب کو جسم کا پہناوا دیا گیا، جسم اِس کے لیے سواری کی حیثیت رکھتا ہے۔ قلب کا زادِ راہ علم ہے۔ علم کے ساتھ یہ قلب چلتا ہے۔ علم کے بغیر یہ چل نہیں سکتا۔ جیسے زادِ راہ ختم ہو جائے تو انسان مایوس ہو جاتا ہے اور اُسے اپنی موت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا ایسے ہی قلب علم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ قلب کی زندگی، اُس کا زادِ راہ علم ہے۔

اِسی طرح ہر زادِ راہ کے حصول کا بھی کوئی ذریعہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دنیا میں آپ رزق چاہتے ہیں تو اِس کے لیے کچھ نہ کچھ تو کریں گے تو علم کے حصول کے لیے زادِ راہ کیا ہے؟ علم کے حصول کا ذریعہ انسان کے نیک اعمال ہیں۔ نیک اعمال کے بغیر انسان کو علم نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اِس دنیا میں قیام کیے بغیر انسان رب تک نہیں پہنچ سکتا، یہ معرفت کا سفر ہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے یہ منزل ناگزیر تھی۔ اِس منزل پر رب نے ہمیں ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا اِس منزل پر رہتے ہوئے، سفر کرتے ہوئے انسان کو زادِ راہ کی ضرورت ہے۔ پھر زادِ راہ کیا ہے؟ یہ زادِ راہ علم ہے۔ علم کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ نیک اعمال۔ نیک اعمال کے بغیر علم نہیں ملتا۔ قرآنِ حکیم سے اِس کا ثبوت ملتا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ ۖ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ [2] الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [3] وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ [4] اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [5] (البقرہ)

”یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے اُن پرہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس رزق میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے اُنہیں دیا ہے۔ اُس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو پہلے نازل ہوئی اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل ہوئی اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں“۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب ہر ایک کو فائدہ نہیں دے گی۔ کتاب اُس کو فائدہ دے گی جو اِس کے مطابق نیک عمل کرے گا۔ انسان کہتا ہے کہ نیک عمل تو میں تب کروں گا جب پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کتاب کے علم کے لیے پہلے کچھ نیک اعمال ضروری ہیں۔ کچھ اعمال پہلے ضروری ہیں اور باقی بعد میں۔ مثلاً کون سے اعمال پہلے ضروری ہیں؟ پہلے غیب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

غیب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کرنا، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کارندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انصاف کے دن پر یقین رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لانا حالانکہ ہم نے کتاب نازل ہوتے نہیں دیکھی لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ وحی الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ تقدیر پر ایمان بھی اسی میں آجاتا ہے۔ جو کچھ نظر نہیں آتا، اِس پر یقین کرنے والا نماز قائم کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں علم کے حصول کے لیے ایمان بھی ضروری ہے، صلوٰۃ بھی اور انفاق بھی۔ اگر صلوٰۃ درست نہیں ہے تو علم نہیں ٹھہرے گا، اگر انفاق نہیں ہے تو علم ٹھہرے گا نہیں، اگر ایمان نہیں ہے تو علم نہیں ٹھہرے گا۔ جسے ہم علم کہتے ہیں وہ محض لفظ ہیں، لفظوں کا ترجمہ پتہ چل جائے، اِن کے معانی سمجھ آجائیں، یہ علم کے

حصول کے ذرائع تو ہیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے العلم کہا ہے، جو قلب کو روشن کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ علم یہ نہیں ہے جو صرف لفظوں تک محدود ہے۔ وہ علم انسان کو خواہش سے سچی طلب سے، نیک اعمال کرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے، جو اُس کے باطن کو منور کرنے والا ہوتا ہے، جو اُس کے قلب کو روشنی دینے والا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنَارُ سُبُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (جامع بیان العلم وفضلہ)

''(علم) اہلِ جنت کے راستوں کا مینار ہے''۔

علم تو روشنی کا مینار ہے تو یہ روشنی کس کے لیے ہے؟ مثلاً لائٹ کو on کرنے کے بعد اِس کی روشنی کو روک کر دیکھیں کہ کتنا مشکل کام ہے جب تک اسے off نہ کردیں۔ روشنی ہو گی تو پورا ماحول روشن ہوگا۔ اگر سچا علم آئے گا تو وہ محض آپ کے قلب کے اندر نہیں ٹھہرے گا۔ آپ کی زندگی تو روشن ہوگی لیکن اِس کے ساتھ ساتھ پورا ماحول بھی روشن ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ انسان کے اندر اچھا علم آئے اور ماحول کے اوپر کوئی اثرات مرتب نہ ہوں۔ وہ روشنی ضرور پھیلے گی۔ اگر وہ نہیں پھیل رہی تو جان لیں کہ الفاظ سیکھے ہیں، ایسے لفظ سیکھے ہیں جیسے ایک طوطا سیکھ لیتا۔ طوطے اور انسان میں فرق ہوتا ہے۔ دل تو بہت خوش ہوتا ہے کہ جو اُسے کہو وہی کہتا چلا جاتا ہے لیکن انسان علم کو اپنی عقل اور شعور سے سمجھتا ہے۔ اِس کو اپنے قلب کے اندر بساتا ہے پھر قلب روشن ہو جاتا ہے۔ پھر اس روشنی سے دوسرے لوگ بھی روشن ہوتے ہیں۔

سچے علم میں اور لفظوں کے علم میں کیا فرق ہے؟ سچا علم وہ ہے جو پڑھا جائے اور اُسے پھیلایا جائے۔ ہم جو علم حاصل کر رہے کیا وہ پھیل رہا ہے؟ اِس کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ کیا دل روشن ہو رہا ہے؟ اور کتنی روشنی پھیل رہی ہے؟ دل کا شیشہ جتنا چمکے گا اُتنی ہی یہ روشنی دُور دُور تک پھیلے گی۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی خوبصورت مثال دی ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق میں رکھا ہوا چراغ۔ طاق کیا ہے؟ بندۂ مومن۔ چراغ کیا ہے؟ دل، اور دل کے اندر جلنے والا مواد (تیل) کیا ہے؟ قرآنِ مجید، اور روشنی کیا ہے؟ ایمان۔ علم سے یوں ہی ایمان آتا ہے۔ اِس روشنی سے پھر سارا جہان روشن ہوتا ہے۔ یہ ایک شعوری عمل ہے، اِس میں صرف ایک انسان کے حافظے ہی کا دخل نہیں ہوتا، اِس میں انسان کے تدبر، تفکر اور اُس کے اندر جذب کرنے والی صلاحیت کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو گزرگاہ قرار دیا کہ یہاں سے گزرے بغیر مجھ تک نہیں پہنچا جا سکتا تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی محفل کے لیے علم کا زادِ راہ چاہیے اور علم انسان کو کیسے نصیب ہوتا ہے؟ نیک اعمال کے توسط سے۔ دنیا ایک راستہ ہے، دنیا کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے۔ لہٰذا اِس راستے پر انسان کو اپنا زادِ راہ لے لینا چاہیے۔ اگر وہ اپنا علم لے لے گا تو اِس کی وجہ سے اُسے ہدایت ملے گی، ایمان ملے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا سفر کر سکے گا۔

ایک انسان جو زادِ راہ لیتا ہے مثلاً جو لوگ حج پر جاتے ہیں زادِ راہ لیتے ہیں، پھر اس کی حفاظت کرتے ہیں، کیسے؟ آپ لوگوں میں سے جن لوگوں کو جانے کا اتفاق ہوا ہو اور اُنہوں نے ممکن ہے دیکھا ہو کہ جس کا زادِ راہ لٹ جائے اُس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ایسا لگتا ہے اُس کی موت آ گئی کہ اب اور کوئی وسیلہ نہیں ہے، کوئی اور راستہ نہیں ہے، پاسپورٹ گیا، رقم گئی، کہاں جائیں؟ ایسا لگتا ہے کہ اِس دھرتی پر کوئی چیز پناہ دینے والی نہیں تو ہر زادِ راہ کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ ایسے ہی علم کی بھی حفاظت اور نگرانی کی ضرورت ہے۔

علم زادِ راہ ہے تو اس زادِ راہ کی حفاظت کیسے ہوگی؟ مسلسل اس علم کو مزید بڑھانے سے۔ اِسے مزید غذا چاہیے اور جو غذا انسان کے قلب کے لیے ناموافق ہو، نامناسب ہو وہ اُلٹا نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اِس غذا سے قلب کو بچایا جائے جس سے قلب مردہ ہو جائے گا۔

قلب بادشاہ ہے لیکن قلب کے جو لشکر ہیں ان میں سے کچھ باغی ہو جاتے ہیں۔ کبھی آنکھ باغی، کبھی کان باغی، کبھی زبان باغی، کبھی باقی اعضاء باغی۔ آنکھ نے ایسی چیز دیکھی ہے جو دل کو داغدار کر دیتی ہے، اِس طرح دل کو ایک بُری غذا مل گئی، کان ایسا کچھ سن لیتے ہیں جس کی وجہ سے دل متاثر ہو جاتا ہے۔ اِس طرح ایک بری غذا کی وجہ سے دل زندہ ہونے کی بجائے اُس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

ہر دل کو اپنی غذا کے لیے کچھ اور مددگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ ایک انسان کو غذا کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ جب بھوک لگتی ہے، جب وہ تھک جاتا ہے۔ بعض اوقات بھوک لگی ہوتی ہے لیکن بھوک کے باوجود کھانے کی خواہش ہی نہیں ہے پھر کیا ہوگا؟ کھائیں گے یا نہیں؟ اکثر ایسا ہوتا ہے بچوں کو بھوک لگی ہوئی ہے لیکن کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی چیز پسند نہیں ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو ناپسندیدہ چیز کی وجہ سے بھوک کو بھی برداشت کر جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ دو ایسی پاورز، دو ایسے لشکر ہیں جن کی قلب کو ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے۔ ایک تو انسان کی بھوک اور دوسرے خواہش۔ اگر خواہش اور بھوک کو ختم کر دیں تو ایسی صورت میں انسان غذا حاصل کر ہی نہ سکے اور اِس کے لیے ظاہری طور پر انسان کن چیزوں سے مدد لیتا ہے؟ اپنے اعضاء سے۔ اندرونی طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی چیزیں فراہم کر دی ہیں جن کی وجہ سے وہ غذا حاصل کر سکے۔ اہلِ جنت کو نہ بھوک لگے گی، نہ کھانے کی ضرورت محسوس ہوگی، اِس وجہ سے اُن کے کھانے کا اسٹائل تبدیل ہو جائے گا۔ وہ کس چیز کی وجہ سے کھائیں گے؟ مزے کے لیے۔ یعنی وہاں پر انسان کا یہ سسٹم بدل جائے گا۔ دنیا میں بھوک لگتی ہے، خواہش ہوتی ہے پھر انسان کوشش کر کے حاصل کرتا ہے پھر اُسے کھا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دل کے اندر خواہش اِس لیے پیدا کی ہے کہ انسان اِس خواہش کی تکمیل کے لیے کام کرے اور اللہ تعالیٰ نے اعضاء بھی اسی لیے عطا کیے ہیں تاکہ اِن اعضاء کی مدد سے ایک

انسان اپنے لیے غذا فراہم کر لے۔

اللہ تعالیٰ نے غذا کی ضرورت کے لیے انسان کو دو ایسی قوتیں عطا کی ہیں: خواہش کی قوت اور بھوک کی قوت جن کی وجہ سے ایک انسان اپنے آپ کو غذا فراہم کرنے کی پوزیشن میں آتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظاہری اعضاء بھی دیے ہیں کہ ان کے توسط سے غذا حاصل کر سکے۔ جیسے غذا کے لیے نظام رکھا ایسے ہی انسان کی حفاظت کے لیے بھی نظام بنائے ہیں۔ مثال کے طور پر انسان کو بہت سی چیزیں ہلاکت میں مبتلا کر سکتی ہیں جن کی وجہ سے انسان تباہ ہو سکتا ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتیں دی ہیں مثلاً غضب اور شہوت۔ فرض کریں کہ ایک انسان پر دوسرا انسان حملہ آور ہوتا ہے اور اُس کے اندر بچاؤ کی خواہش ہی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کے اندر کوئی ایسی قوت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ حملہ آور مارتا ہے اور مار کے چلا جاتا ہے۔ انسان میں غصہ ہی نہیں ہے۔ غضب کی قوت تو دفاع کے کام آتی ہے۔ یہ انسان کے بچاؤ کے لیے کام آنے والی چیز ہے۔ اس کی وجہ سے انسان دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور پھر اس غضب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہاتھ اور پاؤں کی قوتیں دیں کہ ان کی وجہ سے انسان اپنا دفاع کر سکے تو یوں قلب کو ایسے خدمت گزاروں کی ضرورت ہے جن کی وجہ سے یہ سارے کام ٹھیک طریقے سے انجام دیے جا سکیں۔

دل کے خادم تین طرح کے ہیں: ایک وہ جو دل کو رغبت دلائیں خواہ وہ انسان کو فائدہ پہنچائیں یا نقصان۔ خواہش فائدہ مند چیز کی بھی ہو سکتی ہے اور نقصان دہ چیز کی بھی۔ بہر حال خواہش دل کی خدمت گزار ہے مثلاً بھوک ایک خواہش ہے جو انسان کے اندر اُبھرتی ہے اور اس طرح غضب کی قوت کہ اگر یہ دو چیزیں انسان کے اندر نہ ہوں تو ایک انسان نہ بیرونی قوتوں سے اپنا دفاع کر سکتا ہے اور نہ اپنے بدن کو غذا مہیا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قوتیں

انسان کو اس لیے دی ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان کی زندگی کا نظام چلتا رہے۔

جو لوگ اپنے موٹاپے سے بہت زیادہ تنگ ہوتے ہیں پھر اُن کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے آکوپنکچر سے ٹریٹمنٹ کیا جاتا ہے کہ اس میں بھوک کے سسٹم کو سُن کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو نہ بھوک لگتی ہے اور نہ ہی وہ کھاتا ہے۔ ضرورت کے مطابق انسان لیتا ہے ورنہ یہ خواہش اندر سے ہینڈل ہوجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے پھر آہستہ آہستہ بدن کمزور ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُسے غذا نہیں ملے گی تو وہ کمزور ہونا شروع ہوجائے گا۔ یہ طاقتیں دل کی خدمت گزار ہیں۔

دوسری قسم میں وہ خادم شامل ہیں جو کسی مقصد کی تکمیل کے لیے یا کسی ارادے کی تکمیل کے لیے اعضاء کو حرکت دیں۔ یہ "قدرت یا اختیار" ہے۔ پہلی چیز کہ جو کسی چیز کی رغبت دلائے۔ رغبت دلانے والی چیز کو کیا کہتے ہیں؟ خواہش۔ خواہش کو پورا کیسے کیا جاتا ہے؟ ارادے سے۔

ہمارے دل میں تمنا ہے، خواہش ہے کہ پاک ہوجائیں، دل چمکنے لگ جائیں لیکن اگر ارادہ نہیں کریں گے تو ارادے کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ دل پاک ہوجائے۔ صرف خواہش سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہر خواہش کو پورا کرنے کے لیے ارادہ چاہیے۔ لہٰذا پہلی قسم میں دو چیزیں شامل ہیں: خواہش اور ارادہ۔ مثلاً اگر انسان یہ ارادہ کرے کہ چاند تک پہنچ جائے، یہ اُس کی خواہش بھی ہے اور ارادہ بھی کرلیا کہ جانا ہے۔ کیا وہ چاند تک پہنچ سکتا ہے؟ نہیں کیونکہ اُس کے پاس قدرت اور اختیار نہیں ہے۔

بعض اوقات کچھ اندرونی مسائل ہوتے ہیں اور کچھ بیرونی مسائل ہوتے ہیں۔ جیسے بیرونی طور پر کسی کام کے پورا ہونے کے لیے اتنی قدرت بھی چاہیے اور اختیار بھی۔ اگرچہ اُس کے پاس یہ اختیار تو ہے کہ وہ دن میں اٹھارہ گھنٹے کام کرلے، کبھی چوبیس گھنٹے کام کرلے لیکن مستقل ایسا نہیں ہوسکتا، اُس کا یہ اختیار ہی نہیں ہے، اُس کے اندر یہ قدرت ہی نہیں

کہ سوئے بغیر ساری زندگی کام ہی کرتا چلا جائے، ہاں البتہ ایک ہستی ایسی ہے کہ

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرۃ:255)

''نہ اُس کو نیند آتی ہے، نہ اُونگھ آتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسان کے پاس یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ مسلسل چوبیس گھنٹے کام کر سکے اگرچہ اُس کا ارادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اِس کے لیے دوسرے خدمت گزار کا ہونا بھی ضروری ہے کہ اِس کے پاس قدرت ہو، اتنی پاور ہو کہ انسان وہ کام کر سکے۔ قدرت کا تعلق پورے بدن سے ہے۔ اگر ہم اِسے دل کے حوالے سے دیکھیں تو کوئی قدرت آنکھ کی ہے، کوئی کان کی ہے، کوئی اختیار زبان کا ہے، کوئی قوت اعضاء کی ہے۔ ایک ایک ریشے، ایک ایک رگ، ایک ایک ذرّے تک یہ قدرت پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اعضاء کی یہ قدرت ہے کہ وہ دل کے مددگار ہوتے ہیں۔ انسان اِن اعضاء سے دل کے ارادے کو پورا کر سکتا ہے، اچھا ہو یا برا، یہ ایک الگ بات ہے لیکن اعضاء ارادے کو اختیار سے پورا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ قدرت، وہ اختیار انسان کو دیا۔

تیسری قسم بڑی دلچسپ ہے۔ تیسری قسم کے خدمت گزار جاسوس ہیں۔ دل کے جاسوس کون ہیں؟ دل کی بھی انٹیلی جینس سروس ہے، اِس سروس کے فرائض کون انجام دیتا ہے؟ آنکھیں دل کے لیے دیکھتی ہیں، کان دل کے لیے سنتے ہیں، ناک دل کے لیے سونگھ لیتا ہے اور انسان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ اندر کوئی خطرے والی بات ہے۔ مثلاً کھانا جل رہا ہے تو کھانے کے جلنے کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ ناک سے پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی چیز کڑوی ہے۔ چکھنے کی حس انسان کو بتا دیتی ہے، چھو کر کسی چیز کا پتہ لگا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پانچ جاسوس دے رکھے ہیں جن کے توسط سے یہ حواس دل کے خدمت گزار ہیں، دل کے لیے کام کرتے ہیں۔

پھر اصل حیثیت کس کی ہے؟ دل کی۔ قلب کے خدمت گزار انسان کی خواہش، ارادہ،

قدرت اور انسان کے بدن کے جاسوس ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی قوتیں ہیں۔ وہ قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے مختلف اعضاء کو عطا کر رکھی ہیں۔ ہمارے جسم کا ہر ذرّہ ایسا ہے جس کے اندر یہ ساری قوتیں موجود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر حصے کو ساری قوتیں استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ تحقیقات یہ بتاتی ہیں کہ ایک خلیے [cell] کے اندر سب کچھ کرنے کی صلاحیت ہے لیکن دنیا میں آنکھ کا [cell] کبھی بولے گا نہیں، زبان کا سیل [cell] کبھی دیکھے گا نہیں اور ہاتھوں کے سیل [cell] کبھی سنیں گے نہیں اور اسی طرح سونگھنے کی صلاحیت کا بھی ایک مخصوص مقام ہے جہاں سے انسان سونگھتا ہے اور اسی طرح چکھنے کا بھی مخصوص مقام ہے مثلاً ہاتھ سے چکھنا چاہیں تو ہاتھ چکھے گا نہیں۔ اگر پاؤں سے کہیں کہ یہاں سے سونگھو، کچھ پتہ نہیں لگے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قوتیں مختلف اعضاء میں منتشر کر رکھی ہیں۔ ان کاموں کی تقسیم متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی کمال management کی ہے کہ آنکھ دیکھے گی، کان سنیں گے اور زبان بولے گی، اعضاء کام کریں گے، زبان چکھے گی اور ناک سونگھے گا۔ ہر ایک کے ذمے اپنے اپنے کام ہیں۔

یہ سارے خدمت گزار بنیادی طور پر کیا کام کرتے ہیں؟ یہ دل کی زندگی کے لیے بھی کام کر سکتے ہیں اور دل کی خرابی کے لیے بھی۔ اگر یہ دل کے تابع ہو جائیں یعنی اگر دل کے پاس سچا علم ہو، دل کے پاس زادِ راہ ہو اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کر رہا ہو تو اعضاء دل کے خدمت گزار بن جاتے ہیں، اعضاء سے مدد ملتی ہے اور اگر دل خراب ہو جائے تو یہ سارے اعضاء بھی اس کی برائی کے لیے خدمت گزار بن جاتے ہیں۔ دل کے فیصلے کیسے انسان کے ایک ایک عضو کی بربادی کا باعث بننے والے ہو سکتے ہیں؟ آنکھوں کی بربادی، کانوں کی، انسان کے پورے جسم کے اعضاء کی بربادی اس دل کے فیصلوں کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ دل کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ اس وجہ سے دل کے حالات و واقعات کی بڑی خبر رکھنی ہے اور اس

قلب کی زندگی کے لیے سچا علم حاصل کرنا ہے اور اِس سچے علم کے لیے نیک اعمال کرنے ضروری ہیں کیونکہ اِس کے بغیر دل زندہ نہیں رہے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے علم کے حصول کے لیے انسان کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں، بنیادی طور پر یہ جو جاسوس ہیں یہی علم حاصل کر سکتے ہیں کہ علم کے حصول کے لیے حواسِ خمسہ کام دیتے ہیں۔ کسی بھی چیز کے بارے میں جاننا ہو تو یہ صلاحیتیں ہیں جن سے ہم کام لیتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ان صلاحیتوں سے انسان کو علم تو مل جاتا ہے لیکن اِس علم نے کہاں ٹھہرنا ہے؟ جیسے انسان کی ظاہری صلاحیتیں ہیں یا انسان کی چکھنے، بولنے، سونگھنے کی خصوصیات ہیں، اسی طرح انسان کی کچھ اندرونی خصوصیات بھی ہیں۔ مثال کے طور پر جب انسان اپنی آنکھ بند کرلے تو بظاہر بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو نہیں دیکھ سکتے لیکن آنکھیں بند کرتے ہی خیالات چلے آتے ہیں، خیال میں تصویر بن جاتی ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جاسوس کام کر چکے ہوتے ہیں۔ انسان کے اپنے ذہن کے اندر بھی ایک تصویر بنتی ہے۔ یہ اندرونی معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے حسنِ نیت کا حکم دیتا ہے؟ کیسے ان جاسوسوں کو کنٹرول کرنے کا حکم دیتا ہے؟ کیسے قدرت اور اختیار کو صحیح استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے؟ کیسے خواہش کو کنٹرول کرنے کا حکم دیتا ہے؟ یہ ظاہری طور پر کچھ چیزیں ہیں جو دل کی خدمت گزار ہیں اور کچھ اندرونی چیزیں ہیں جو دل کی خدمت گزار ہو سکتی ہیں۔

انسان کے ذہن میں خیال کیسے آتا ہے؟ مثلاً آپ جب کچھ سوچتے ہیں وہ کیا چیز ہوتی ہے جو آپ کے ذہن میں آتی ہے؟ تصویری شکل میں آتا ہے یا لکھا ہوا آتا ہے؟ وہ تصویر کہاں سے آتی ہے؟ آپ تو سوچ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اندرونی معاملہ ہے۔ اگرچہ اس کا تعلق ہمارے حواس سے ہے کہ کسی وقت پر ہم نے کوئی چیز دیکھی، کسی وقت پر سنی یا ہمارے ذہن میں کچھ اور تاثر ہے لیکن جس وقت نیا خیال بنتا ہے، نئی تصویر بنتی ہے، سوچیں اور ذہن میں تصویر بننا شروع ہو جائے تو یہ اندرونی معاملہ ہے، یہ اندرونی مددگار ہے جیسے پانچ باہر کے حواس ہیں،

اِسی طرح پانچ اندر کے بھی حواس ہیں جن میں سے پہلا خیال ہے۔

اِسی طرح خیال کے بعد اگلی حس، اگلی چیز کیا ہے؟ کہ ایک انسان کا خیال اُسے چمٹ جاتا ہے۔ خیال چمٹ گیا، اب وہ حفظ ہو گیا، اب وہ یاد رہے گا۔ بقول شاعر

؎ یادِ ماضی عذاب ہے یا رب !
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

ایک یاد ہے، ایک خیال ہے جو ذہن سے چمٹ گیا، اب اِس خیال نے پریشان کر رکھا ہے۔ دوسری چیز حافظہ ہے۔ اندر ایک خیال آیا اور وہ چپک گیا۔ اب وہ چیز جو حافظے میں محفوظ ہو جاتی ہے وہ بڑی خطرناک ہے۔ مثال کے طور پر آپ کہیں بازار جا رہے ہوں اور اچانک گانے کا کوئی بول کانوں نے سن لیا، اب کیا ہے کہ کسی اور موقع پر اس کا خیال آ گیا۔ خیال کی حفاظت نہیں کی اور آپ کے اندر وہ چپک گیا، حفظ ہو گیا، یاد رہ گیا۔ اگر اِس خیال کو آپ جھٹک دیتے ہیں:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (حٰمٓ السجدہ:36)

”اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اُکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے“

اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کر شیطان کی اُکساہٹوں سے بچا جا سکتا ہے لیکن ہم نے کیا کیا؟ ہم نے اِس خیال پر پابندی عائد نہیں کی، ہم نے کہا دروازہ کھلا ہوا ہے جس کا جی چاہے آ جائے، لہٰذا خیال آیا اور ہمارے اندر آ کر بیٹھ گیا۔ خیال تو اس طرح سے آیا کہ وہ کسی طرح سے نکلنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ خیال قبضہ گروپ کی طرح ذہن پر قبضہ جمالیتا ہے تو خیال حافظہ بنتا ہے۔

اِسی طرح یہ بھی سمجھنے کی باتیں ہیں کہ خرابی کہاں سے آتی ہے اور ہم کہاں سے ٹھیک ہو

سکتے ہیں؟ انسان کہتا ہے سوچ پر تو کوئی قدغن نہیں، وسوسوں پر کسی کا کیا اختیار ہے۔ واقعی وسوسوں پر کسی کا اختیار نہیں ہے جب وہ پیدا ہو رہے ہوتے ہیں لیکن اعوذ باللہ کہنا، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا کہ اللہ مجھے معاف کر دے، مجھے بچا لے، کیا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟ یقیناً فرق آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتے ہیں، پھر خیال ذہن کے ساتھ چپکتا نہیں ہے۔

واقعی انسان کا حافظہ قلب کے لئے معاون ہے۔ آپ نے آنے والے خیال کی encoding کر لی، اُس کی فائل بنا دی۔ اب چونکہ آپ فائل بنا چکے ہیں تو جب جب کوئی موقع آئے گا وہ خود ہی کُھل جائے گی۔ اجازت ہے اس لیے خود سے خود اُچھل کر خیال باہر آتا ہے۔ آپ نے رکھا ہی کیوں تھا؟ خیال جب حافظے کا حصہ بنتا ہے وہاں سے انسان خراب ہوتا ہے۔ یہ چیزیں آپ اپنے ذہن میں رکھتے چلے جائیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ آپ کو اپنی کہانی سمجھ آئے گی کہ ہم کیسے خراب ہوتے ہیں۔ خیال کے بارے میں آپ نے جانا تو آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے؟

کیا یہ سوچ لینا چاہئے کہ وہ ایک غلط بات تھی، غلط خیال تھا، یا اُس کو جھٹک دینا چاہئے۔ خیال کو جھٹکنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی ہے۔ کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے اُچھل اُچھل کر messages آتے ہیں، ایک طرف سے off کر کے بیٹھیں تو دوسری طرف سے اُچھل اُچھل کر پیغامات آ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی جب انسان کا دل اپنی خواہشوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے تو اُچھل اُچھل کر پھر وہی چیزیں سامنے آتی ہیں۔ اب جب خیال آئے تو اُسے آنے نہیں دینا انشاء اللہ۔

طالبہ: ایک بار خیال آتا ہے۔ ہم جب تک اِس کی حفاظت کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں تو وہ نکل جاتا ہے۔ پھر جب بار بار وہی خیال آ رہا ہو تو کیا بار بار اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں؟

استاذہ: جی ہاں اور ہمارے پاس چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ہمارے پاس اس کے علاوہ اپنے آپ کو بچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

جب ایک خیال اندر آتا ہے اور اُس کو حافظے میں جگہ مل جاتی ہے تو اندر ایک عمل ہوتا ہے۔ نیا خیال آیا، اُس کو پہلے سے موجود کسی خیال سے match کیا تو matching کی وجہ سے وہ اور پختہ ہوگیا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے اُس کی کسی کے ساتھ matching نہیں ہوتی تو اُسے ذہن سے نکال دیتے ہیں، بھول بھی جاتے ہیں۔ نئے خیال سے بعض اوقات بھولی ہوئی چیزیں یاد آتی ہیں، کوئی بھولی بسری صورت، کوئی بھولی بسری یاد۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اندر سادہ سا معاملہ نہیں رہتا کہ انسان ایک خیال کے آنے پر محض اُسے ذہن میں رکھ لے تو اتنی بات رہ جائے۔ اندر تو multiplication شروع ہوجاتی ہے۔ پیچھے اور کیا کیا کچھ تھا؟ ایک فلم چل نکلتی ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ اندر ہی اندر کیا ہوتا ہے؟ انسان ایک خیال کی وجہ سے کتنی یادوں کی پٹاری کھول لیتا ہے۔

انسان اِن چیزوں کو مسلسل ذکر کی وجہ سے یاد کرتا چلا جاتا ہے اور اِس طرح وہ اِنہی چیزوں کی فکر میں مصروف ہوجاتا ہے۔ اِن خیالات کو حسین یادیں کہا جاتا ہے چاہے وہ کتنی ہی تلخ ہوں اور پھر اُن پر غور وفکر شروع ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اندر ایک احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے دل کو help ملتی ہے۔ انسان کے دل میں ہمیشہ دنیا ہی کا خیال آتا ہے، دنیا کی محبت آتی ہے۔ وہی اُس کے حافظے میں آتی ہے، وہی چیز وہ مسلسل سوچتا ہے، اُسی کو یاد کرتا ہے، اُسی پر غور وفکر کرتا ہے، وہی اُس کا احساس بن جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ احساس زندہ رہنا چاہیے۔ احساس سے ہی دل کی زندگی ہے۔ احساس پیدا کہاں سے ہوا؟ ایک خیال سے، ایک یاد سے، ایک ذکر اور اُس کے ساتھ ہزاروں چیزوں کا ذکر، پھر اُس کے ساتھ انسان کا غور وفکر بھی۔ انسان کا ذہن پھر اُس کے پیچھے پیچھے

مصروف ہوجاتا ہے۔ پھر انسان کو اسی چیز کا احساس ہوتا ہے۔ دو چیزوں کو باہم متقابل دیکھیں: مثلاً مومنوں کے بارے میں رب نے یہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (الاعراف:201)

''حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اُنہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہوجاتے ہیں اور اُنہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے''۔

ایک خیال آتا ہے جس کے پیچھے اور بہت ساری باتیں یاد آجاتی ہیں۔ پھر وہ خیال اندر چپک جاتا ہے۔ پھر انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے، غور و فکر کرتا ہے، پھر انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں حساس ہوجاتا ہے۔ احساسِ ذمہ داری ہوتا ہے اور یوں دل زندہ ہوجاتا ہے۔

اس کے مقابلے میں اگر دیکھیں تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد کی بجائے گھر والوں کی یاد آ رہی ہو، اپنے آرام کی یاد آ رہی ہو، کھانے کی یاد آ رہی ہو تو جس طرح کا خیال وہ ذہن میں لائے گا اسی طرح کا احساس اُس کے اندر پیدا ہوجائے گا۔ اب آپ اپنے بارے میں دیکھئے کہ آپ کس طرح اپنے آپ کو حساس بناتے ہیں؟ مثلاً آپ میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم بہت جلدی touchi (حساس) ہوجاتے ہیں تو سچ کہتے ہیں لیکن کس چیز کے لئے touchi (حساس) ہوجاتے ہیں؟ ہر وقت کس چیز کی فکر میں رہتے ہیں؟ ہر وقت کون سے خیالوں کو ذہن میں جگہ دیتے ہیں؟ کون سی چیزیں حافظے میں آتی ہیں؟ جو پانچ چیزیں دیکھی ہیں اُن کے حوالے سے کوئی اپنا experience share کرے گا؟ کبھی کوئی خیال آیا پھر کس طرح اُس خیال نے اثر ڈالا؟ کیا آپ نے زندگی میں کوئی ایسا تجربہ کیا ہے؟

طالبہ: یہی جو آپ نے ابھی بتایا کہ ایک خیال آتا ہے پھر انسان اُس کو اپنے حافظے میں جگہ

دیتا ہے۔میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ جب بھی کہیں music ہو اور وہ میرے کانوں میں پڑے تو جتنی بھی کوشش کروں کہ میرے ذہن میں نہ آئے، وہ آجاتا ہے؟ گھر واپس جا رہے تھے تو کوچ میں music لگا ہوا تھا۔جب میں سنتی ہوں تو مجھے پچھلے سب مناظر یاد آنے لگتے ہیں۔میں رونے لگی تو دوست نے کہا کہ رونے سے کیا ہوگا؟ پھر میں نے ڈرائیور کو تلاوتِ قرآن کی کیسٹ بھی دی تو اس نے نہیں لگائی۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیسے ایک چھوٹا سا فقرہ ذہن میں آتا ہے تو پیچھے سے سب کچھ ذہن میں آنے لگتا ہے۔

استاذہ: ایک گندے ماحول، برے معاشرے کے اندر رہتے ہوئے سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد ایسے ہی خراب ہو رہے ہیں۔سب کے خیالات بدلے جا رہے ہیں۔ ہر ایک کو خیال کے اعتبار سے اغوا کیا جا رہا ہے۔شیطان نے بھی تو یہی کام کرنا ہے۔وہ ایک وسوسہ، ایک خیال ڈالتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان خراب ہو جاتا ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے لیکن ہماری ذمہ داری ہے کہ اس ماحول کی تبدیلی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں کہ اگر اس گندے ماحول کو بدلنے کے لئے خود کوشش نہیں کریں گے تو کیسے بچ سکیں گے۔اس کے لئے پھر بہت زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرنا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِس ماحول کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کے لیے توفیق عطا کرے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، راستے سجھائے، ذمہ داری بڑی ہے۔ بقول شاعر

؎ میں بھی تو گرد آلود فضاؤں میں رہتا ہوں
میرا بھی تو دامن میلا ہو سکتا ہے

دل کا دامن میلا ہو جاتا ہے اِس لئے ماحول کی تبدیلی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

بے شک فوری طور پر آپ کو ایسا محسوس نہیں ہوگا کہ اچانک تبدیلی آ گئی لیکن آپ دیکھیں گے کہ جتنے افراد تک آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیں گے، پھر لوگ تبدیل ہوں گے، پھر لوگ خرابی کرنے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں گے۔ ہم نے جتنے دن برداشت کرنا تھا کر لیا، اب نہیں ہو سکتا اور اِس کے لئے طریقے بھی سوچیں۔ طریقے اور بھی ہیں۔ جن companies کا بزنس ہے، اِن کو خطوط لکھے جا سکتے ہیں کہ اگر آپ نے یہ سلسلہ نہ چھوڑا تو ہم آپ کی یہ سروس چھوڑ دیں گے۔ پھر جب مسلسل خطوط جاتے ہیں تو بزنس parties اپنے بزنس کی تباہی اور بربادی سے بہت زیادہ خوف کھاتی ہیں۔

طالبہ: مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میرے ذہن میں ایک خیال بہت آتا ہے تو یہ ختم کیسے ہوگا؟

استاذہ: اللہ تعالیٰ کی مدد سے، توبہ سے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے سے اور continuously ذکر کرنے سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً وَّاِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ

''یقیناً ہر چیز کی صفائی ستھرائی کرنے والی کوئی چیز ہے اور دل کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے''۔

اندر گندگی آ گئی جیسے آندھی چلتی ہے، تو ارد گرد کا ماحول گرد سے اَٹ جاتا ہے۔ یقیناً دل کے اُوپر بھی بہت برے ماحول کا برا اثر ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اِستغفار بہت فائدہ دیتی ہے۔ ایسے موقع پر بہت زیادہ لاحول ولاقوۃ پڑھنے اور اللہ تعالیٰ سے سجدہ ریز ہو کر دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود آسانیاں کر دیں گے۔

طالبہ: جب ایسا ہوتا ہے تو مجھے برائی سے نفرت نہیں رہتی۔

استاذہ: دل پر پردہ آجاتا ہے۔

طالبہ: میں اگر علمی ماحول سے دور ہو جاؤں تو جتنا بھی خیالات سے بچنے کی کوشش کرلوں، پھر بھی آتے جاتے کوئی نہ کوئی خیال دماغ میں آتا رہتا ہے۔ پھر برائی سے نفرت نہیں رہتی۔

استاذہ: اگر ماحول کو انسان خود تبدیل نہیں کرتا تو خود بھی اس ماحول کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ماحول بدلنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

طالبہ: خیال جتنا بھی ختم کرنا چاہوں پھر آجاتا ہے، کیسے ختم کروں؟

استاذہ: اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، اللہ تعالیٰ آسانی کریں گے لیکن خیال جتنا بھی ختم کرنا چاہیں آپ کی بات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ خیال آنے دیتی ہیں۔ خیال آتے وقت یہ دھیان رکھیں کہ آنے نہ پائے کیونکہ آجائے تو ختم کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، پھر اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر آپ کیسے تبدیل کریں گے؟ آپ کے لئے بچنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ بالکل ابتدائی طور پر اس کو handle کرنے کی کوشش کریں۔

طالبہ: میں نے "اصلاح کے سات رنگ" کتاب پڑھی تھی، اِس میں یہ بتایا گیا تھا کہ نماز پڑھتے وقت کپڑوں کے ڈیزائن پر غور نہیں کرنا۔ پہلے میں نے کبھی بھی غور نہیں کیا تھا لیکن جب سے وہ پڑھا ہے میں اب جب بھی نماز پڑھنے بیٹھتی ہوں ڈیزائن پر غور ضرور ہوتا ہے۔

استاذہ: اِس کا طریقہ کار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو کسی نے ایک چادر تحفہ کی۔ آپ ﷺ نے اِس پر نماز پڑھی۔ آپ ﷺ کی توجہ ہٹی تو آپ ﷺ نے وہ چادر واپس کر دی۔ اس لئے آپ کوشش کریں کہ ڈیزائن والی جگہ پر نماز نہ پڑھیں۔ مثلاً آپ

سفید چادر پر نماز پڑھیں گی تو پھر ڈیزائن پر غور نہیں کر سکیں گی۔

طالبہ: آپ نے یہ بات کی تھی کہ انسان کے ذہن میں جب بھی برا خیال آتا ہے تو وہ لکھ لیا جاتا ہے اور حشر کے میدان میں دکھایا جائے گا اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہم نے کیا سوچا تھا۔ تب سے جب بھی میرے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو فوراً میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر میں نے یہ برا خیال سوچا تو یہ لکھ لیا جائے گا۔ الحمدللہ میں جھٹک دیتی ہوں تو وہ خیال ختم ہو جاتا ہے۔ یہ چیز مجھے بہت آگے بڑھاتی ہے۔

استاذہ: برے خیال میں ایک چیز ہے کہ آیا برے خیال پر گناہ ملے گا؟ جیسے برائی کو کر لینے پر گناہ ہے، برے خیال پر نہیں جب تک کہ آپ برے خیال سے پیچھا نہیں چھڑا لیتے۔ پھر پیچھا چھڑانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ نے اپنے messenger میں add ہی کیوں کیا وہ خیال؟ آپ جمع ہی نہ کریں۔ جب جمع کر لیا تو پیچھا چھڑانا بہت مشکل ہے۔ جب تک کہ آپ خود offline نہیں چلے جاتے یا آپ اس کا کوئی اور انتظام نہیں کر لیتے۔

طالبہ: کیا ہم خود کو اس خیال سے نکالنا نہیں چاہتے؟ خیال کا آنا تو فطری ہے۔

استاذہ: بس یہی ایک بات ہے جو آپ کو خراب کر رہی ہے۔ خیال کا آنا تو فطری ہے لیکن اُسے اندر جگہ دینا غیر فطری ہے۔ اُسے اندر جگہ نہ دیں۔ اگر وہ خیال درست نہیں تو آپ نے کیوں کباڑ خانہ بنا رکھا ہے اپنے دماغ کو؟ یعنی ایسی جگہ نہ بنائیں کہ جیسے کوئی store ہو جہاں پر ہر چیز ہی آتی چلی جائے، اُس کے لئے کوئی قدغن ہی نہ ہو۔ آپ اپنے گھر کے باہر دروازے لگائیں، گیٹ لگائیں۔ اندر آنے سے پہلے ہر کوئی اجازت لے، bell بجائے، پھر آئے۔ آپ کے ساتھ کوئی بات کرنا چاہے تو آپ کے mobile پر bell آئے۔ اگر آپ کا دل چاہے تو آپ call receive

کریں، نہیں چاہتا تو نہ receive کریں۔ physically تو آپ نے ہر جگہ انتظامات اچھے کئے ہوئے ہوں کہ آپ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں تو کریں نہ کرنا چاہیں تو avoid کریں۔ آپ اپنے mobile پر call divert لگا دیں اور ذہن میں ہر چیز کو آنے کے لئے کھلا چھوڑ دیں۔ یہ تو ناانصافی ہے جو آپ اپنے ساتھ مسلسل کر رہی ہیں۔ خیال کا آنا یعنی اُس کا دستک دینا فطری ہے لیکن غلط خیال کے لئے آپ کا door open کر دینا غیر فطری ہے۔

طالبہ: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا پتہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا تصور کیوں نہیں بنتا؟

استاذہ: یہ جو آپ کے ذہن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا پتہ ہے، یہ اصل خرابی ہے۔ معلومات میں اور غور و فکر کے بعد یقین آنے میں بہت فرق ہے۔ معلومات تو ہیں اور ممکن ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سارے نام زبانی یاد ہوں، اِن کا ترجمہ بھی یاد ہو۔ کچھ کچھ اِن کے بارے میں پتہ بھی ہو لیکن اِن کے اوپر صحیح طریقہ سے غور و فکر نہ ہوتا ہو، اِن کے بارے میں آپ نے اتنی تفصیل سے نہ تو پڑھا ہو اور نہ ہی اِن کے بارے میں سیکھا ہو۔ اسماء اور صفات کا جو علم ہے یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ گھر بیٹھے پڑھ لو اور آپ کو اس کی پوری سمجھ آ جائے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اور پھر اپنے خیالات کو جلا بخشتے ہوئے اور اِس کائنات سے زندہ مثالوں کو دیکھتے ہوئے انسان جب آپس میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں، پھر کہیں جا کر آہستہ آہستہ وہ چیز ذہنوں کے اندر آتی ہے۔ یہ قطرہ قطرہ جگہ بنانے والی چیز ہے۔ جیسے پتھر پر قطرہ قطرہ پانی پڑتا ہے تو جگہ بنتی ہے، ایسے ہی ہم نے قطرہ قطرہ دل پر ایک ایک صفت کو ٹپکانا ہے۔ جس صفت پر آپ ایسے غور و فکر کریں گے، وہ صفت پھر آپ کے ذہن میں رچ بس جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کا ایک تصور بھی بنے گا انشاء اللہ۔

طالبہ: آپ نے کہا کہ علم سے ایمان آتا ہے۔ پھر کیا ایمان سے علم آتا ہے؟ کیا یہ cyclical process ہے؟

استاذہ: جی ہاں یہ cyclical process ہے۔ یہ مسلسل عمل ہے کیونکہ

اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ

''ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے''۔

جتنا جتنا علم آجاتا ہے، اُتنا اُتنا ایمان میں اضافہ ہوتا ہے لیکن مسلسل یہ سلسلہ برقرار رکھنا پڑتا ہے۔ جہاں آپ نے علم چھوڑا، ایمان میں بھی کمی آجائے گی، دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلیں گی انشاءاللہ۔

طالبہ: میں جب بھی نماز پڑھتی ہوں تو میرے ذہن میں خیال آنے شروع ہوجاتے ہیں اور میں ٹھیک طریقے سے نماز نہیں پڑھ سکتی۔

استاذہ: دو چیزیں ہیں، ایک تو وضو کرتے ہوئے اپنے خیال کو کنٹرول کرنے کی کوشش کریں اور پھر یہ سوچیں کہ میں کس کے لئے پاک صاف ہو رہی ہوں؟ اگر میں کلی کروں، ناک صاف کروں، اپنا چہرہ دھوؤں، اپنے اعضاء دھوؤں اور اس کی وجہ سے میرا جسم پاک ہوجائے تو اسی طرح مجھے اپنے ذہن کو بھی پاک کرنے کی ضرورت ہے لیکن شعوری طور پر محسوس کریں کہ میں کہاں جارہی ہوں؟ جیسے آپ کسی کے گھر ملاقات کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں تو ایسے ہی وضو کرتے ہوئے سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے جارہے ہیں۔ پھر جائے نماز پر کھڑے ہوں، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر کھڑے ہوں، پھر آپ قبلہ رخ ہوں۔ جتنا شعور سے سوچیں گے انشاءاللہ اُتنا زیادہ فرق آئے گا۔